جناب جاوید احمد غامدی کے حلقہ فکر کے ساتھ

ایک علمی وفکری مکالمہ

- پاکستان کی عملی سیاست میں علما کا کردار
- علما کا آزادانہ فتویٰ دینے کا حق
- جہاد کے لیے حکومت واقتدار کی شرط
- زکوٰۃ کے علاوہ ٹیکس لگانے کا جواز

ابوعمار زاہد الراشدی / معز امجد
خورشید ندیم / ڈاکٹر فاروق خان

الشریعہ اکادمی

ہاشمی کالونی، کنگنی والا، گوجرانوالہ

جملہ حقوق محفوظ!

(سلسلہ مطبوعات:۱)

کتاب: جناب جاوید احمد غامدی کے حلقہ فکر کے ساتھ
ایک علمی وفکری مکالمہ

ناشر: الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا، گوجرانوالہ

فون: 055-4271741 / 4000394

aknasir2003@yahoo.com

اشاعت دوم: جون ۲۰۰۸

قیمت: 125 روپے

فہرست

o پیش لفظ — ابوعمار زاہد الراشدی — ۵

ایک علمی وفکری مکالمہ

o غامدی صاحب کے ارشادات پر ایک نظر — ابوعمار زاہد الراشدی — ۱۱
o توضیحات — خورشید احمد ندیم — ۲۳
o خورشید ندیم صاحب کے ارشادات کا جائزہ — ابوعمار زاہد الراشدی — ۳۵
o امام ابن تیمیہ، الجزائر کی جنگ آزادی اور جہاد افغانستان — ڈاکٹر محمد فاروق خان — ۴۵
o مولانا زاہد الراشدی کی خدمت میں — معز امجد — ۵۱
o معز امجد صاحب کے استدلالات پر ایک نظر — ابوعمار زاہد الراشدی — ۷۳
o مولانا زاہد الراشدی کے فرمودات کا جائزہ — معز امجد — ۸۷
o معز امجد اور ڈاکٹر محمد فاروق خان کے جواب میں — ابوعمار زاہد الراشدی — ۱۱۳
o مولانا زاہد الراشدی کے فرمودات کا جائزہ — معز امجد — ۱۲۷
o جناب زاہد الراشدی کے جواب میں — ڈاکٹر محمد فاروق خان — ۱۴۵
o مجھے ان باتوں سے اتفاق نہیں — ابوعمار زاہد الراشدی — ۱۴۹
o جناب نعیم صدیقی کا مکتوب گرامی — - — ۱۵۳

تکملہ ۱

o حدود آرڈیننس اور اس پر اعتراضات	ابوعمار زاہد الراشدی	۱۶۱
o حدود آرڈیننس: جناب جاوید احمد غامدی کا موقف	سید منظور الحسن	۱۶۵
o محترم جاوید غامدی اور ڈاکٹر طفیل ہاشمی کی توضیحات	ابوعمار زاہد الراشدی	۱۷۹

تکملہ ۲

o قرآن فہمی میں حدیث نبوی کی اہمیت	ابوعمار زاہد الراشدی	۱۸۵
o اسلام میں پردے کے احکام	ابوعمار زاہد الراشدی	۱۸۹
o پارلیمنٹ، اجتہاد اور وفاقی شرعی عدالت	ابوعمار زاہد الراشدی	۱۹۵

---

o علمی وفکری مکالمہ کے مباحث: ایک قاری کی ناقدانہ رائے		۲۰۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا سلسلہ مکمل اور پھر کسی بھی نئی نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد قیامت تک دین کی حفاظت اور نئے پیش آنے والے مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل تلاش کرنے کے لیے جو نظام امت کو دیا گیا اور جو گزشتہ چودہ سو برس سے کامیابی کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دیتا چلا آ رہا ہے، اسے 'تجدید واجتہاد' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مجددین اور مجتہدین کا ایک مربوط اور مسلسل سسٹم ہے جو کسی تعطل اور تساہل کے بغیر مصروف کار ہے اور چونکہ دین کی حفاظت کا قیامت تک خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، اس لیے اس کی تکوینی حکمت کے تحت وجود میں آنے والا یہ نظام بھی اسی طرح قیامت تک قائم رہے گا۔

تجدید اور اجتہاد دونوں کی بنیاد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی ایک معجزہ کے طور پر حدیث اور تاریخ کے ریکارڈ کا حصہ ہے کہ جہاں مجتہدین ہر زمانے میں لوگوں کو پیش آنے والے مسائل کا، استدلال واستنباط اور اجتہاد وقیاس کے ذریعے سے قرآن وسنت کے ساتھ ربط قائم رکھیں گے، وہاں دین میں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جو غیر متعلقہ چیزیں شامل ہوتی رہیں گی، ان کی چھانٹی کر کے دین کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کرنے کے لیے مجددین بھی وقتاً فوقتاً آتے رہیں گے۔

'اجتہاد' کا تعلق نئے پیش آمدہ حالات اور مسائل سے ہے جبکہ 'تجدید' کا تعلق ادھر ادھر سے دین کے نظام کا حصہ بن جانے والی چیزوں کی چھانٹی کر کے اسے خیر القرون یعنی صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور اتباع تابعینؒ کے مثالی ادوار کی روشنی میں از سر نو پیش کرنے سے ہے اور اب تک جتنے بزرگوں کے حوالے سے بھی تجدید دین کی خدمات کا تذکرہ تاریخ میں ملتا ہے، ان کی تجدیدی مساعی کا دائرہ یہی دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح 'اجتہاد' کا تعلق اسلام کے مستقبل سے ہے اور 'تجدید' اس کے ماضئ قدیم کی حفاظت کا عنوان ہے۔ البتہ گزشتہ چند صدیوں سے تجدید اور اجتہاد کے ساتھ ساتھ ایک نئی اصطلاح اسلام کی تعبیر نو اور اسلامی علوم کی تشکیل نو کے عنوان سے سامنے آ رہی ہے جس کا وجود اسلامی تاریخ کے پہلے ہزار سال میں نہیں ملتا، مگر اب اسے اجتہاد اور تجدید کے متبادل بلکہ نعم البدل کے طور پر پیش کرنے کے لیے بہت سے ارباب دانش کی صلاحیتیں مسلسل صرف ہو رہی ہیں، حالانکہ یہ ان دونوں سے قطعی مختلف بلکہ متضاد چیز ہے اور ہمارے خیال میں اس کی بنیاد کسی داخلی ضرورت پر نہیں بلکہ خارجی اثرات کے تحت اس نے ہمارے ہاں ایک مستقل فکر کی حیثیت اختیار کر رکھی ہے۔

اب سے کم وبیش پانچ صدیاں قبل جرمنی کے ایک مسیحی راہ نما مارٹن لوتھر نے مسیحیت کی تعبیر وتشریح کے پاپائی سسٹم کو سائنسی ترقی اور بادشاہت وجاگیرداری سے نجات کی راہ میں رکاوٹ قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا تھا اور مسیحیت کی تشکیل نو کی بنیاد رکھی تھی جس کے تحت مسیحیت کا پروٹسٹنٹ فرقہ وجود میں آیا اور بالآخر مسیحی مذہب سے معاشرے کی بغاوت اور سوسائٹی کے معاملات سے مذہب کی لاتعلقی کا عنوان بن گیا۔ چونکہ اس کی کوشش سیاسی ومعاشرتی عوامل کے باعث کامیاب ہوئی اور اس کی فکر نے نئے عالمی فکر وفلسفہ وثقافت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا، اس لیے ہمارے بہت سے دانش وروں کو بھی سوجھی کہ وہ اسلام کی تعبیر نو اور اسلامی علوم کی تشکیل نو کا بیڑا اٹھائیں، یہ دیکھے بغیر کہ جو اسباب وعوامل مارٹن لوتھر کے سامنے مسیحیت کی تعبیر وتشریح کے روایتی نظام کو مسترد کرنے کے لیے موجود تھے، ان کا ہمارے ہاں کوئی سراغ پایا جاتا ہے یا نہیں، یا جو نتائج مذہب سے انحراف اور معاشرے سے مذہب کی مکمل بے دخلی کی صورت میں مارٹن لوتھر کی تحریک کے حصے میں آئے ہیں، کیا ہم ان نتائج کے متحمل ہو سکتے ہیں بلکہ کیا ان کے امکانات بھی موجود ہیں؟

ہمیں اس سلسلے میں اپنے بہت سے دانش وروں کی نیت اور مقاصد سے غرض نہیں۔ یقیناً بہت سے دوستوں نے نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اس ''کارِ خیر'' کا آغاز کیا ہوگا۔ وہ اس سے بلاشبہ اچھے اہداف حاصل کرنا چاہتے ہوں گے اور آج کے دور میں اس سے ''اچھا ہدف'' اور کیا قرار دیا جا سکتا ہے کہ اسلام کو آج کے جدید ماحول اور مغرب کے، طاقت اور میڈیا کے زور پر غلبہ پانے والے فکر وفلسفہ سے ہم آہنگ ثابت کیا جائے اور اسلامی تعلیمات کی ایسی تعبیر وتشریح سامنے لائی جائے جس سے مغرب کے اعتراضات کو کم سے کم کیا جا سکے۔

ہمارے نزدیک اس طرزِ عمل کے ڈانڈے کہیں نہ کہیں اس سوچ سے ضرور ملتے ہیں کہ جو فکر وفلسفہ غالب ہوتا ہے، بہرحال حق بھی وہی ہوتا ہے اور مغلوب فلسفہ وفکر کو اس کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے لچک پیدا کرنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں سنجیدہ، راسخ العقیدہ اور روایتی مسلم علما کے ہاں یہ سوچ راہ نہیں پا سکی اور اس سوچ کو پھیلانے کے لیے دنیاے اسلام کے جس حصے میں بھی کوئی فکری حلقہ کھڑا ہوا ہے، اسے ایک محدود دائرے سے ہٹ کر پذیرائی نہیں ملی۔

جہاں تک اجتہاد اور تجدید کا تعلق ہے، امت مسلمہ میں یہ دو ادارے جو کام پہلے کرتے تھے، بعض کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود وہی کام اب بھی کر رہے ہیں، جبکہ ان کی ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کے لیے مسلمات کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کی اصلاح کی کوششیں بھی ہوتی رہتی ہیں، بلکہ ہم خود بھی ایسی کوششوں کا حصہ ہیں، لیکن مارٹن لوتھر کی طرز کی تشکیل نو کو، جس کا مقصد دین کی تعبیر وتشریح کے چودہ سو سال سے چلے آنے والے روایتی فریم ورک کو سبوتاژ کر کے دین سے پروٹسٹنٹ طرز کی بغاوت کی راہ ہموار کرنا ہو، اسے نہ اجتہاد قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ تجدید ہی کے عنوان سے اسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ 'اجتہاد' اور 'تجدید' کا مفہوم امت کے ہاں معروف ہے اور ان کا دائرہ کار بھی پہلے سے طے ہے جسے ممتاز مجتہدین اور مجددین کی اجتہادی اور تجدیدی خدمات کی روشنی میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

ہمارے ہاں جنوبی ایشیا میں اس طرز کے فکری حلقوں کی ایک تاریخ ہے جو اپنا اپنا کام کر کے تاریخ کی نذر ہو گئے اور اب ان کے نام کتابوں میں معلوم کیے جا سکتے ہیں جبکہ اب بھی بہت سے

حلقے اس خدمت کی انجام دہی کے لیے متحرک ہیں جو اپنی اپنی بولی بول کر چلے جائیں گے۔ محترم جاوید احمد غامدی صاحب کے فکری حلقہ کو ہم اساسی طور پر اس فہرست میں شمار نہیں کرتے، اس لیے کہ ان کے علم، صلاحیت اور خلوص سے ابھی بہت سی توقعات وابستہ ہیں، لیکن اس فکری محنت کے نتائج پر نظر ڈالتے ہوئے ہمیں یقیناً خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ راستہ بھی ''ترکستان'' ہی کو جاتا ہے۔

غامدی صاحب نے جس انداز سے دین کی بنیادی اصطلاحات کی تشکیل نو کی ہے اور اصطلاحات کے الفاظ کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے مفہوم ومصداق کے حوالے سے جو نیا تانا بانا بنا ہے، وہ اجتہاد اور تجدید کے قدیمی اور روایتی مفہوم کے بجائے تشکیل نو (Reconstruction) کے دائرے میں آتا ہے۔ ہمارا ان سے اصولی اختلاف یہی ہے اور ہم پورے شرح صدر اور دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں بھی دین کے پورے ڈھانچے کی تشکیل نو کی بات ہوگی، دین کی بنیادی اصطلاحات کو نئے معانی دے کر اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی اور امت کے چودہ سوسالہ علمی ماضی کے خلاف بے اعتمادی کی فضا پیدا کر کے نئی نسل کو اس سے کاٹنے کی سوچ کارفرما ہوگی، وہاں ایسی کوششوں کا عملی نتیجہ گمراہی کا ماحول پیدا کرنے کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوگا۔

ہم نے اسی جذبہ اور خیال کے تحت محترم جاوید احمد غامدی کے بعض افکار پر نقد کیا تھا جس کا ان کے بعض شاگردوں نے جواب دیا اور اس طرح ایک مکالمہ کی فضا بن گئی۔ یہ بحث جنوری ۲۰۰۱ سے اپریل ۲۰۰۱ تک ابتداءً روزنامہ 'اوصاف'، روزنامہ 'جنگ' اور روزنامہ 'پاکستان' کے صفحات پر چلتی رہی اور بعد میں ماہنامہ 'الشریعہ' اور ماہنامہ 'اشراق' میں بھی اس سلسلے میں بعض مضامین شائع ہوئے۔ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ اس مکالمہ کے دونوں طرف کے مضامین کو یکجا شائع کر دیا جائے تاکہ قارئین کو متعلقہ مسائل پر رائے قائم کرنے میں آسانی ہو، چنانچہ یہ مضامین قارئین کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اس مجموعے میں غامدی صاحب کے افکار کے جائزہ پر مبنی بعض دیگر مضامین بھی تکملہ کے طور پر شامل اشاعت ہیں، مگر خود ہمیں اس تشنگی کا احساس

ہے کہ یہ مضامین صرف چند مسائل کے حوالے سے ہیں جبکہ اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ محترم غامدی صاحب کے افکار کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا جائے۔ خدا کرے کہ فرصت اور توفیق کے کچھ ایسے لمحات میسر آ جائیں جن میں احباب کی یہ خدمت بھی کی جا سکے۔ آمین یارب العالمین۔

ابوعمار زاہد الراشدی

ڈائریکٹر الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ

۶ر فروری ۲۰۰۷